بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

آخر وائسرائے کے اعلان مورخہ ۳ رجون کے مطابق ہندوستان تقسیم در تقسیم ہو کر دو مختلف مستعمراتی حکومتوں کی شکل میں بٹ گیا۔ یہ ہندوستان کے حق میں عموماً اور مسلمانوں کے لئے خصوصاً برا ہوا یا اچھا! اس کا فیصلہ مستقبل کرے گا۔ البتہ جہاں تک ان اسباب کا تعلق ہے جن کے باعث یہ صورتِ حال پیش آئی ہے، اُن کے پیش نظر یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر دونوں حکومتوں کو خوشحالی اور امن و عافیت کے ساتھ ترقی کرنا ہے تو انھیں اُن اسباب کا خاطر خواہ تدارک کرنا ہوگا اور اس کی کوشش کرنی ہوگی کہ اب دوبارہ ان چیزوں کا اعادہ نہ ہونے پائے جنھوں نے ہمارے ماضی قریب کے زمانہ کو تلخ کامیوں، ناگواریوں اور صبر آزما مصائب و آلام کا افسوسناک مرقع بنا کر رکھ دیا ہے۔

اگر زندگی کی بنیاد فضائل اخلاق، شرافتِ نفس، باہمی رواداری اور عدل و انصاف پر قائم ہو اور خود غرضی، اقتدار سے ناجائز فائدہ اٹھانے کا جذبہ اور ظلم و عدوان سے دامن پاک ہو تو دو شخص مل جل کر رہیں یا الگ الگ، بہر حال کسی صورت میں بھی امن کو نقصان نہیں پہنچ سکتا ہندو اور مسلمانوں میں چولی دامن کا جو رشتہ قدرتی طور پر صدیوں کی سعی رفوگری کے بعد پیدا ہو چکا ہے وہ ہندوستان میں دو یونین بن جانے کے بعد بھی نہیں مٹا اور نہ مٹ سکتا ہے۔ مختلف صوبوں میں ان دونوں قوموں کی جو پوزیشن پہلے تھی اب بھی ہے۔ ایک یونین میں ہندوؤں کی غالب اکثریت ہے اور مسلمان اقلیت میں ہیں اور دوسری یونین میں مسلمانوں کو غالب اکثریت

حاصل ہے اور ہندو اقلیت میں ہیں۔ جس طرح ایک یونین میں اقلیت اکثریت کے ساتھ شریکِ حکومت ہوگی دوسری یونین میں بھی یہی ہوگا۔

موجودہ زمانہ میں کسی ایک قوم کے لئے یہ قطعی ناممکن ہے کہ وہ کسی اقلیت پر مطلق العنانی کے ساتھ حکومت کرے اور اس کے جائز شہری حقوق کا کوئی خیال نہ رکھے یہ سب باتیں دورِ جاگیرداری (Age of feudalism.) کی یادگار ہیں جو فنا ہوتی جارہی ہے اور دنیا کے نظامِ نو میں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ جرمنی، اٹلی، جاپان اور سب سے آخر میں برطانوی شہنشاہیت۔ ان سب کا عبرت انگیز انجام سب کے سامنے ہے۔ ان سے سبق لینا چاہئے۔

لیکن اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ تقسیم ہند کے بعد تمام معاملات سلجھ جائیں گے اور ملک پر بدقسمتی و تیرہ نصیبی کے جو بادل چھائے ہوئے ہیں وہ چھٹ جائیں گے تو سخت غلط فہمی میں مبتلا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جب تک زندگی کے متعلق صحیح نقطۂ نظر پیدا نہیں ہوتا جس کا دونوں جگہ فقدان ہے ہماری مشکلات رفع نہیں ہوسکتیں۔ اس وقت جو کچھ ہوا ہے اسے انقلاب کا صرف ایک رخ سمجھنا چاہئے۔ عوام روز بروز بیدار ہوتے جارہے ہیں۔ ان میں اپنی مشکلات اور اپنے حقوق کا احساس روز افزوں ترقی پر ہے۔ دوسری جانب اقتدار و اختیار، جن ہاتھوں میں آہستہ آہستہ منتقل ہورہا ہے ان کا حال یہ ہے کہ سرمایہ دارانہ ذہنیت نے ان کے دل و دماغ کو جکڑ رکھا، اور قومی عصبیت نے ان کو حقائق کی طرف سے اندھا بنا دیا ہے۔ اس صورتِ حال کا لازمی نتیجہ ایک شدید تصادم کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ اس وقت تک کی کشمکش و نزاع کا سبب مذہب کا اختلاف اور قومیت کا فرق و امتیاز تھا۔ لیکن موجودہ صورتِ حال کی تہ میں شدید ترین انقلاب کی جو موجیں کروٹیں بدل رہی ہیں وہ اس بات کا کھلا اعلان ہیں کہ ملک میں دو مستقل حکومتوں کے قائم ہونے کے فوراً بعد اقتصادی اور معاشی بنیاد پر نئی نئی پارٹیاں ابھریں گی اور ان کے

اثر و نفوذ کے باعث ہندوستان اور پاکستان ایک شدید ترین طبقاتی جنگ میں مبتلا ہو جائیں گے اس بنا پر شیوۂ دانشمندی یہ ہے کہ دونوں حکومتیں مستقبل قریب میں پیش آنے والے واقعات کا ابھی سے جائزہ لیکر ان کی روک تھام کی کوشش کریں اور اس کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اکثریت اور اقلیت کے تعلقات میں حقیقی طور پر خوشگواری پیدا کی جائے۔ اور مذہب کے نام پر ہرگز کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے جس سے اشتعال پیدا ہو اور نوبت خون خرابہ تک پہنچے۔ پھر ملک کو اقتصادی طور پر خوشحال بنانے کی ہر ممکن سعی کرنی چاہیئے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ملک کے سرمایہ کو کسی خاص ایک طبقہ کے اندر محدود کرنے کے بجائے اس کو تمام افراد پر تقسیم کیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ موجودہ پلان کو دونوں پارٹیوں کا قبول کر لینا دونوں کی کھلی شکست اور صرف انگریزی سیاست کی جیت ہے۔ اس واضح اور الم نشرح حقیقت کے باوجود لیگ کا اس پر خوشی کے شادیانے بجانا اور دوسری جانب سردار پٹیل اور پنڈت نہرو جیسے ذمہ دار ہندوؤں کا اس اسکیم کی مدح میں رطب اللسان ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ ہمارے ارباب سیاست حقائق پذیری سے کتنے دور ہیں۔

جہاں جذبہ یہ ہو کہ میں نے کیا پایا اور دوسرے کو کیا ملا۔ اور جہاں آپس کے معاملات کو طے کرنے کے لئے ایک ایسے شخص کو پنچ بنا کر اس کے فیصلہ کو بخوشی قبول کر لیا جاتا ہو جو دونوں کا جانا پہچانا دشمن ہو اور جس کی شاطرانہ چالیں کسی دلیل و گواہ کی محتاج نہ ہوں اور جو ہاتھ پاؤں کٹ جانے کے بعد بھی اپنے سر کو صاف بچا لیجانے کے فن میں طاق ہو وہاں عوام کی فلاح و بہبود کی توقع کیوں کر اور کس حد تک ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب صرف مستقبل دیگا۔

فانتظر وا انی معکم من المنتظرین۔

ن